

سینٹ پالی مسیحیت کے رد میں مولانا عبد الحق حقانی کے دلائل

*حافظ محمد سراجیل فاروقی

**حافظ محمد شہباز حسن

Abstract

Jews used to inflict horrible *atrocities upon the followers of Jesus (AS)*. A Jew whose name was Sawol (later known as Polos Rasul Sent Paul) was prominent in this regard. One day he claimed that Jesus had appointed him as his successor. Several years after Jesus 'Sent Paul' amended the teachings and changed basic dogma. He started convincing the people that Jesus, the son of Marry, was neither a human being nor a prophet. The miracle associated with him (Jesus) especially his birth has proved that he was not a human being. In this way 'Sent Paul' declared him a God. The reality of Jesus as the Holy Quran says: First quality is that he is son of marry, second quality is that he is a prophet and third quality is that he was the utterance of God (Kalimah). It is mentioned in Bible of Yohenna in this way, "Initially it was utterance and then it was as talking to God .then the utterance was God".

The fact that God is one is proved from all the previous prophets and through wisdom and through evidence of Jesus. The qualities of Jesus were that of prophet nothing more than this. Anyone who has a mother is a Hadis (created) and neither God is Hadis nor his existence. Allah is eternal.

Keywords: Christianity, Saint - Paul, Quranic-Arguments

مولانا عبد الحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ (۱۸۳۲ء) میں پیدا ہوئے۔ مولانا حقانی نے ابتدائی کتب اردو فارسی، قرآن مجید صرف و نحو وغیرہ عبد اللہ شاہ صاحب سے پڑھیں۔ ۱۴۲۷ھ میں مولانا کو تکمیل علم

*چیئرمین / پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور

**اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور

کے لئے دہلی حضرت آخوند شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں بھیجا تجویز ہوا۔ جب تعلیم کے لئے آپ کو دہلی بھیجا جا رہا تھا تو آپ نے اپنے شفیق استاد حضرت عبداللہ شاہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ میرانام غلام جہاں رکھا گیا ہے جو مجھے پسند نہیں، میں چاہتا ہوں کہ میرانام تبدیل کر دیا جائے چنانچہ شاہ صاحبؒ نے آپ کا نام عبدالحق رکھا۔ جب مولانا حقانی کو آخوند صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا تو آپ نے بڑی شفقت سے اپنے پاس رکھا اور کتب درسیہ پڑھائیں۔ (1)

پھر مولانا سہارن پور تشریف لے گئے اور شیخ الحدیث مولانا احمد علیؒ کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم کی۔ ازاں بعد آپ نے حضرت شیخ عبدالحق قادری مہاجر کی خدمت میں کانپور حاضر ہو کر تحصیل علم اور فیض و برکات سے استفادہ کیا۔ (2)

آپ دہلی آئے تو شیخ الحدیث سید نذری حسین دہلوی سے حدیث نبوی کی قراءت و ساعت منحصر افرمائی، کتب حدیث تحقیق و تدقیق کی نظر سے لفاظاً لفاظاً شیخ الحدیث کے سامنے قراءت کیں..... شیخ الحدیث نے مولانا حقانی کو اجازت مطلق اور سند موثق عطا فرمائی، جس کی نقل درج ذیل ہے:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلٰى إِلٰهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ أَمَّا بَعْدُ ! فَيَقُولُ الْعَبْدُ الضَّعِيفُ طَالِبُ الْمُحْسِنِينَ مُحَمَّدُ نَذِيرُ حُسَيْنٍ عَافَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الدَّارَيْنِ أَنَّ الْمَوْلَى مُحَمَّدَ عَبْدُ الْحَقِّ إِلَى

الآخر - ۱۲ شعبان المعظم ۱۴۹۵- (3)

تالیفات و تصنیفات:

مولانا حقانی کی بہت ساری تصانیف ہیں جن میں سے خاص خاص نامی شرح حسامی، جو عربی مدارس کے درس میں شامل ہے، اس کے بعد آپ نے امام احمد بن حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف جیۃ اللہ البالغۃ کی شرح جیۃ اللہ کا حصہ جس کو علمائے ہند نے انسخان کی نظر سے دیکھا۔ رڈ آریہ اور فصاری میں بہت سے رسائل تصنیف فرمائے۔ رڈ آریہ میں احراق حق اور شہاب ثاقب وہ رسائل ہیں جن کے جوابات کے لئے مولانا حقانی نے دو ہزار روپے انعام دینے کا اعلان کیا تھا لیکن فر فر آریہ کی طرف سے اس کا اب تک کوئی جواب نہیں لکھا گیا۔ (4)

آپ کی کتابیں رڈ آریہ (شہاب ثاقب) اور احراق حق بھی مطبوع ہیں۔

بیٹ پالی مسیحیت کے درمیں مولا ناعبد الحق حقیقی کے دلائل

آپ کی بعض تصانیف کے بارے میں الزرکلی لکھتے ہیں: عَبْدُ الْحَقِّ بْنُ مُحَمَّدٍ الْهِنْدِيُّ عَالِمٌ بِأُصُولِ الْفِقْهِ وَالْمُنْطَقِ، مِنْ كُتُبِهِ السَّلَامِيُّ فِي شَرْحِ النَّاسِيِّ، لِمُحَمَّدِ ابْنِ مُحَمَّدِ لَا حَسِيْكِيِّ، فَرَغَ مِنْهُ سَنَةً ١٣٨٦ هـ۔ وَ شَرْحُ التَّصْدِيقَاتِ وَالتَّصْوُرَاتِ عَلَى مُسَلَّمِ الْعُلُومِ لِيَهَارِيِّ فِي الْمُنْطَقِ۔ (5)

بعض دیگر عربی مؤلفین نے بھی آپ کی تایفات کا تذکرہ کیا ہے۔ (6)

وفات:

۱۹۱۱ء میں آپ کو مدرسہ عالیہ کلکتہ کا صدر مدرس مقرر کیا گیا، آپ پانچ سال تک صدر مدرس کے عہدے پر فائز رہے۔ پیر انہ سالی کی وجہ سے آب و ہوانے آپ کی صحت پر بہت اثر ڈالا چنانچہ آپ ۱۹۱۶ء میں دہلی واپس تشریف لائے اور یہاں ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ۔ (7) مطابق ۷ اکتوبر ۱۹۱۶ء کہتر برس کی عمر میں وفات پائی۔ (إِنَّا إِلَلَهٖ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَجِعُونَ) (8)

پس منظر:

یہودی مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں پر انتہا درج کے مظالم ڈھاتے تھے، ایک یہودی جس کا نام ساؤل تھا (جو بعد میں پولوس رسول سینٹ پال کے نام سے مشہور ہوا) ان پر ظلم کرنے میں پیش پیش تھا۔ اس نے ایک دن یہ دعویٰ کیا کہ مسیح علیہ السلام نے ایک روایا میں مجھے اپنا بنا لایا ہے۔ (9)

اس یہودی نژاد کو جب حکلم کھلانا غافل نہ سرگرمیوں سے اصلی عیسائی تعلیمات کے خلاف کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو اس نے یروشلم سے دمشق جاتے ہوئے اپنے آپ کو یسوع کا پیروکار ثابت کرنے اور اصلی عیسائی تعلیمات کو منجھ کرنے کے لئے ایک داکھلیا اور یک یہودی اور یک ایک بڑا اور آسان سے میرے گرد آگردا چکا اور میں زمین پر گرپڑا اور یہ نزدیک پہنچا تو ایسا ہوا کہ دو پہر کے فریب یا کیا ایک بڑا اور آسان سے میرے گرد آگردا چکا اور میں زمین پر گرپڑا اور یہ آواز سنی کہ اے ساؤل اے ساؤل تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ اے خداوندو! کون ہے؟ اس نے مجھ سے کہا: میں یسوع ناصری ہوں مجھے تو ستاتا ہے اور میرے ساتھیوں نے نور تو دیکھا لیکن جو مجھ سے بولتا تھا اس کی آواز نہ سنی۔ (10) کہ ”جو آدمی اس کے ہمراہ تھے وہ خاموش کھڑے رہ گئے کیونکہ آواز تو سننے تھے مگر کسی کو دیکھتے نہ تھے“ (11) کہ بولنے والے یسوع نے ساؤل سے اس موقع پر کہا کہ ”مگر انہوں نہیں جا اور جو تجھے کرنا چاہیے وہ تجھ سے کہا جائے گا۔“ (12)

عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے آسمان کی طرف تشریف لے جانے کے کئی سالوں کے بعد عیسائیت کا جو نیا ایڈیشن تیار ہوا اس کا بانی ”سینٹ پال“ تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو دعوت پیش کی تھی، اُس دعوت کو ان کے حواریوں نے آگے بڑھایا چنانچہ سینٹ پال نے آتے ہی شریعت عیسوی میں بالکل تحریف کر دی اور عقیدے تک بدل ڈالے۔ یہ دیکھ کر کہ خود انجلیل نے انہیں روح اللہ قرار دیا ہے، اس نے لوگوں کو یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ مسیح ابن مریم انسان یا پیغمبر نہیں، اس لئے کہ اگر وہ انسان ہوتے تو ان کا کوئی باپ ہوتا، وہ انسانوں کی سی صفات رکھتے۔ یہ جو تم ان میں غیر معمولی باتیں دیکھتے تھے، خاص طور پر یہ جوان کی پیدائش کا معاملہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسان نہیں ہیں، اس طرح سینٹ پال نے انہیں اللہ قرار دے دیا۔

اور یہ تصور دیا کہ مذہب یادِ دین بندے اور اللہ کے درمیان ایک پرانی یویٹ تعلق ہے، اس کا پہلک زندگی سے کوئی واسطہ نہیں۔ آج کا عیسائی مذہب اسی کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

پولس (سابقہ ساؤل یہودی) کو مسیح[ؐ] کی تعلیمات سے کوئی تعلق اور واسطہ نہ تھا بلکہ اس نے اپنی نبوت کا اعلان کر کے اپنی طرف سے ایک نئی خوشخبری کا اعلان کر دیا۔ (13) پطرس حواری کو مسیح علیہ السلام نے اپنی دنیاوی زندگی میں اپنا خاص جانشین اور نمائندہ مقرر کر دیا تھا کہ ”میں آسمان کی بادشاہی کی کنجیاں تھیں دوں گا۔“ (14) جس کے نتیجے میں پطرس نے کلیسا کی بنیاد قائم کی ”پطرس نے ان سے کہا کہ توبہ کرو اور تم میں سے ہر ایک اپنے گناہوں کی معافی کے لئے یسوع مسیح کے نام پر پتسمہ لے تو تم روح القدس انعام میں پاؤ گے۔“ (15) اس بنیاد پر پادریوں اور گرجاؤں کا نظام قائم ہوا مگر تجھ کی بات ہے کہ مسیح آسمان پر جا کر بھول گیا اور پطرس کی بجائے پولس کو اپنا پیارا جانشین مقرر کر دیا۔ (16) اس لئے بات عجیب ہی لگتی ہے کہ آخر مسیح کو پولس کی کیوں ضرورت پڑی؟ پس ثابت ہوا کہ اصلی عیسائی تعلیمات کو کھوکھلا کر کے جڑ سے الکھاڑ چیننے کے لئے پولس نے اپنی جانشینی کی کہانی گھری تاکہ سچے عیسائیوں میں مؤثر اور اہم مقام پر فائز ہو کر اپنا اثر و نفوذ استعمال کرتے ہوئے اصلی تعلیمات میں روبدل کرنے کے لئے راہیں تلاش کی جائیں۔ قبول میسیحیت پولس کی دراصل ایک چال تھی تاکہ پیغام مسیح کو ختم اور آپ کے پیروکاروں کو بت پرست قوموں کی طرف راغب کیا جاسکے تو اس نے یہودیوں کو کہا کہ چونکہ تم خدا کے کلام کو روک کرتے ہو اس لئے ہم غیر قوموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ (17)

سینٹ پال کی تعلیمات:

سینٹ پال پولس رسول عبرانیوں کے نام خط میں لکھتا ہے کہ ”پس آمسیح کی تعلیم کی ابتدائی باتیں چھوڑ کر کمال کی طرف قدم بڑھائیں اور مردہ کاموں سے توبہ کرنے اور خدا پر ایمان لانے کی اور پیسموں اور ہاتھ رکھنے اور مردوں کے جی اٹھنے اور ابدی عدالت کی تعلیم کی بنیاد دوبارہ نہ ڈالیں اور خدا چاہے تو ہم یہی کریں گے۔“ (18) اور کہا: ”مسیح علیہ السلام نے مجھے پتسمہ دینے کو نہیں بھیجا بلکہ خوشخبری سنانے کا اور وہ بھی کلام کی حکمت سے نہیں تاکہ مسیح کی صلیب بے تاثیر نہ ہو۔“ (19)

۱۔ شریعت سے چھکارا بوجہ کفارہ:

سینٹ پال پولس نے کہا: ”ایمان کے آنے سے پیشتر شریعت کی ماتحتی میں ہماری نگرانی ہوتی تھی اور اس ایمان کے آنے تک جو ظاہر ہونے والا تھا ہم اسی کے پابند رہے پس شریعت مسیح تک پہنچانے کو ہماری استاد بھی تاکہ ہم ایمان کے سب سے راست بازٹھیریں مگر جب ایمان آچکا تو ہم استاد کے ماتحت نہ رہے کیونکہ تم سب اس ایمان کے وسیلہ سے، جو مسیح یسوع میں ہے، خدا کے فرزند ہو اور تم سب میں سے جس نے مسیح میں شامل ہونے کا پتسمہ لیا، مسیح کو پہن لیا، نہ کوئی یہودی رہائے کوئی یونانی نہ کوئی غلام نہ آزاد کوئی مرد نہ عورت کیونکہ تم سب مسیح یسوع میں ایک ہو اور اگر تم مسیح کے ہو تو ابرہام کی نسل اور وعدہ کے مطابق دارث ہو۔“ (20)

”اس نے احکام کی شریعت، جو ضوابط پر مشتمل تھی، اپنے جسم کے وسیلے سے موقف کر دی۔“ (21)

لیکن اپنے بارے میں پولس نے یہ دعوے کرنے شروع کر دیے کہ میں تو اپنے آپ کوان افضل رسولوں سے کچھ کم نہیں سمجھتا۔“ (22) پھر کہا کہ ”مسیح مجھ میں بولتا ہے اور وہ تمہارے واسطے کمزور نہیں بلکہ تم میں زور آور ہے ہاں وہ کمزوری کے سب مصلوب کیا گیا۔“ (23) جب کچھ لوگوں نے یہ تسلیم کر لیا تو اس نے دعویٰ کیا کہ ”میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا ہوں اور اب میں زندہ نہ رہا بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے۔“ (24)

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس نے زندگی بھر مسیح علیہ السلام سے ملاقات تک نہ کی تھی بلکہ ان کے پیروکاروں کا جانی دشمن تھا پھر یہ مغالطہ دینا کہ میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہو گیا کتنا بڑا جھوٹ ہے۔

بیک زندگی

پنی نبوت کا

پنی دنیاوی

(14) جس

کیا ہوں کی

دریوں اور

اپنا پیارا جا

ثابت ہوا

تاتا کے سچ

کرنے کے

بیروکاروں

تے ہواس

۲۔ شریعت اور مسیح کو لعنتی کہا:

مزید طرفہ تماشی بھی ساتھ ہے کہ لوگوں کو شریعت سے نفرت دلانے اور مسیح کی شان گھٹانے کے لئے اس حد تک آگے بڑھ گیا کہ ”جتنے شریعت کے اعمال پر تکمیل کرتے ہیں وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ جو کوئی ان سب باتوں کے کرنے پر قائم نہیں رہتا جو شریعت کی کتاب میں لکھی ہیں وہ لعنتی..... مسیح جو ہمارے لئے لعنتی ہے اس نے ہمیں مولے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔“ (25)

ان جیل میں مسیح علیہ السلام کے صلیب دیکھ کر چینے چلانے کا دخراش تذکرہ بھی گیا گیا ہے: سولی کا پھندا دیکھ کر بڑی آواز سے چلاتا ہے: ”اے میرے خدا! اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ اور پھر بڑی آواز سے چلا کر دم دے دیتا ہے۔“ (26)

اگر انسان میں ذرا سی بھی عقل سلیم ہو تو سوچے کہ اپنے ارادہ اور قدرت سے اتنے عظیم مقصد کے لئے قربان ہونے والا ازالی الوہیت کا حامل مصلوب ہونے کی گھڑیوں میں یوں مایوس، بے قرار اور غمگین ہو کر اس صلیبی موت سے بچنے کے لئے اتنی پریشانی اور دلسوzi سے گڑگڑا کر دعا میں کیوں مانگتا رہا؟ اور جب دعا قبول نہ ہوئی تو برضا و رغبت جان خدا باپ کو دینے کی بجائے سولی کا پھندا دیکھ کر اُس نے یہ داویا کیوں کیا؟ کہ ”اے میرے خدا! اے میرے خدا! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ بالآخر چینتے ہوئے جان کیوں دی۔

پھر جب اس خدا کے بیٹے (یسوع) نے اپنی رضا و رغبت سے جان ہی نہیں دی تو گناہوں کا کفارہ کیوں کر ہوا؟ اور کیا وہ بھی خدا ہوا سکتا ہے جسے موت آجائے خواہ تین دن کے لئے ہی مرے۔ اُس کی ذات تو حی قیوم ہونی چاہیے جو نہ صرف خود زندہ رہے بلکہ اور لوں کی حیات کا دار و مدار بھی اس کی حی قیوم ذات پر ہو جیسا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

۳۔ ختنہ کی ممانعت:

ختنہ کا حکم ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلا آتا ہے تو ریت میں لکھا ہے ”اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند زرینہ کا ختنہ کیا جائے..... اور میرا عہد تمہارے جنم میں ابدی عہد ہوگا اور وہ فرزند زرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں

کاٹ ڈالا جائے کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا۔“ (27)

اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی خطاب کرتے ہوئے خداوند نے کہا: ”اور آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جائے۔“ (28) خود عیسیٰ علیہ السلام کا بھی آٹھویں دن ختنہ ہوا۔“ (29)

اس کے بعد مسیح علیہ السلام کا کوئی ایسا حکم درج نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ ختنہ کا حکم منسوخ ہو گیا ہے لیکن سینٹ پال پوس نے گلتیوں کے نام خط میں لکھا: ”دیکھو میں پوس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔“ (30)

۲۔ کچھ بھی حرام نہیں:

بہت سے حیوانات کا استعمال شریعت موسویٰ میں حرام تھا لیکن پوس نے رومیوں کے نام خط لکھا: ”مجھے معلوم ہے بلکہ خداوند یسوع میں مجھے یقین ہے کہ کوئی چیز بذاتِ حرام نہیں لیکن جو اس کو حرام سمجھتا ہے اس کے لئے حرام ہے۔“ (31)

مسیحیت کی تاریخ میں عروج و زوال کی داستانیں رقم بیں گر ”بت پرستی“ دین مسیحیت کا ہمیشہ جزو لا یک رہی۔ جہاں سینٹ پال پوس نے مسیح کی تعلیمات کو منسخ کیا تو وہاں عبد مجلس کی کافرنوں میں مسیح کو ”خدا بنا لیا“ پھر ”روح القدس“ کو خدا قرار دیا تو پھر مریم کوشامل کیا تو پھر بارہویں کافرنس میں ”مکیسا“ کو مغفرت کے پروانے دینے کا حق دے دیا۔ پھر ۳۱۳ء سے ۵۲۹ء تک سینٹ پالی بت پرست مسیحیت روپ پر چھا چکی تھی۔ اس دور کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ ”سینٹ ازم“ یعنی رہبانیت نے جنم لیا۔ جس کا بنیادی تصور یہ تھا کہ خدا کی رضا مندی صرف دنیا کے جھمیلوں کو خیر باد کہہ کر ہی حاصل کی جاسکتی ہے نفس کو جس قدر تکلیف پہنچائی جائے گی انسان خدا سے اسی قدر قریب ہو گا، اس رجحان کے آثار پوچھی صدی عیسوی سے ہی پیدا ہونے لگے تھے، مشرقی اور مغربی سلطنتوں کی باہمی رقبات اور کشکش سے تنگ آئے ہوئے لوگوں نے اسے پروان چڑھایا جس کے نتیجے میں پانچویں صدی عیسوی میں برطانیہ اور فرانس میں بہت سی خانقاہیں قائم ہو گئیں۔ اسی طرح شرک سے لے کر کھانے پینے کی اشیاء تک کوئی بھی چیزان لوگوں میں حرام نہ رہی۔ إِنَّ اللَّهَ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَا جَمِيعُونَ۔

حقیقی الله کے اوصاف اور عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کی حقیقت:

عیسائیوں کا اول عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ خدا کے فرزند ہیں اور یہ عقیدہ عیسیٰ کے بعد پیدا ہوا اور پوس نے

اس کو رواج دیا چنانچہ پلوس اور اس کے شاگرد کی کتابوں میں، جن کو عیسائی انجیل اور کلام اللہ کہتے ہیں اور برعم خود اپنے دل خوش کرتے ہیں، برگشته عقیدہ اب تک موجود ہے جیسا کہ عرب کے مشرک فرشتوں کو خدا کی پیشیاں کہتے تھے۔ ”الْكُمُ الدَّكُرُ وَلَهُ الْأُنْشِي“ (32)

مولانا عبد الحق حقانی سورۃ النساء کی آیت (33) ”يَاهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ“ کے تحت الوہیت مسیح عقیدہ تشییث کے ابطال پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہود کے متعلق کلام ہو چکا تو اب نصاریٰ کی طرف التفات کیا جاتا ہے کیونکہ جس قدر یہود کو حضرت مسیح کی نسبت تفیریط تھی اُسی قدر عیسائیوں کو ان کی نسبت افراط تھی، ان کو خدا تعالیٰ اور خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ فرماتا ہے کہ اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو اور تعصب نہ کرو۔ سب سے اول یہ ایک ایسی بات فرمائی کہ جس کے تعلیم کرنے میں کسی کو بھی تردد نہیں ہو سکتا، کس لئے کہ غلو اور تعصب عقلًا من نوع ہے۔ یہ تمهید تھی اور بالاغت کا بھی مقتضی و مکال بھی ہے اور اسی کو حسن الاستدلال کہتے ہیں کہ اولاً ایک ایسا مقصدمقدمہ پیش کیا جاوے کہ جس کا مخاطب انکار نہ کر سکے پھر اسی مسلمہ مقدمہ سے اس کو قائل کر دیا جاوے۔ اس کے بعد دوسرے جملہ کی تائید میں بطور تمہید کے ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿وَ لَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَق﴾ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی بابت حق بات کے سوا اور کوئی بات نہ کہا کرو کس لئے کہ وہاں وہم و خیال کو رسائی نہیں، اس کا مخلوق پر قیاس کرنا غلط قیاس ہے۔ اس کے بعد اصل مقصدمیں کلام شروع ہوتا ہے اور ان کو ان عقائد فاسدہ سے روکا جاتا ہے جو وہم و خیال پر بنے تھے جس کے لئے ان میں غلو بھی تھا اور حق کے بھی تھا اس جملہ میں یہود و نصاریٰ دونوں کی طرف روئے تھن ہے۔ ان کو خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا کر شمہ نہ سمجھنا اور عادت کے خلاف تو الد سے حرامی سمجھ لینا بھی خلاف حق اور غلو ہے اور اسی بات سے ان کو خدا تعالیٰ کا بیٹا سمجھ لینا بھی خلاف حق اور غلو ہے بلکہ ﴿إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾ مسیح جس کو عیسیٰ کہتے ہیں وہ مریم کے بیٹے ہیں نہ کہ خدا تعالیٰ، اور وہ اس کے رسول ہیں اور نہ خدا تعالیٰ اور نہ اس کے فرزند، نہ حرامی، اور اس کا کلمہ بھی ہیں جس کو مریم کی طرف بھیجا تھا اور اسی کی طرف کی روح بھی ہیں۔ (34)

اس جگہ حضرت مسیح کے چند وصف بیان فرمائے:

پہلا وصف یہ کہ وہ ابن مریم ہیں، یہ بات چونکہ سب کے نزدیک مسلم تھی مگر باپ کا نام نہ بیان کیا، کس لئے کہ یہ امر متنازع فیہ تھا، یہود ان کو معاذ اللہ حرامی کہتے تھے، عیسائی ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے اور یہ عقیدہ

بیٹ پالی مسیحیت کے درمیں مولا نام عبد الحق حقیقی کے دلائل

حوالیوں کے بعد عیسائیوں میں غالباً پولوس کے اشارات سے پیدا ہوا تھا۔ دوسری صدی عیسوی میں اکثر کلیسا یوں میں یہ عقیدہ ذہن نشین ہو گیا تھا اور ان میں ہزاروں سچے، دیندار، جو قدیم طریق حواریوں کے پابند تھے، اس کو نہیں مانتے تھے چنانچہ آریوس وغیرہ محققین نے اسکندر یہ میں اس عقیدہ کا بڑے زور سے بطلان کیا اور اس کے بعد بھی یونیورسین وغیرہ فریق منکر ہیں مگر زیادہ تر گروہ پولوس کے مریدوں کا پھیل گیا جن کا یہ عقیدہ تھا (اور آنحضرت کے عہد میں کلیسا ای عرب کا بھی یہی عقیدہ تھا) قرآن مجید نے دونوں قوموں کو غلط ٹھہرایا اور امر حجت کو ظاہر کر دیا کہ نہ وہ حریم تھے نہ خدا تعالیٰ کے فرزند بلکہ وہ اس کے کلمہ اور اس کی طرف کی روح تھے جو حضنِ کُن کے کہنے سے پیدا ہو گئے تھے اور اس نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کو مریم کے پیٹ سے بے باپ کے پیدا کر دیا تھا۔ کلمتہ اور روح منہ کے یہی معنی ہیں۔ (35)

دوسراؤصف رسول اللہ کہ وہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس میں یہود کا بھی رد ہے کہ وہ ان کو خدا تعالیٰ کا رسول نہیں سمجھتے تھے بلکہ معاذ اللہ جھوٹا اور جادوگر کہتے تھے اور نصاریٰ کا بھی رد ہے کیونکہ وہ ان کو خدا کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے مریم کے پیٹ میں حلول کیا ہے اور وہ انسانی صورت میں ظاہر ہوا ہے جس طرح کہ ہنود اوتاروں کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ رد اس لئے ہوا کہ رسول ہونا تو عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں اور تمام بشریت کی باتیں کھانا پینا، عبادت کرنا سب ان میں مانتے ہیں اور یہ بدیہی بات ہے کہ صفاتِ بشریٰ خواہ عمدہ ہوں جیسا کہ رسالت و عبادت، خواہ ادنیٰ ہوں جیسا کہ کھانا پینا اوصافِ البوہیت کے برخلاف ہیں جیسا کہ غلامی من حیث غلامی اور خاوندی من حیث خاوندی دونوں وصف ضد ہیں جس طرح کہ آگ اور پانی کے اوصاف حرارت و برودت اور یہ بھی بدیہی ہے کہ اوصافِ متصفہ ایک ذات میں جمع نہیں ہو سکتے جس سے لازم آیا کہ وہ خدا نہیں ہو سکتے کس لئے کہ انتقاء لازم سے انتقاء ملزم ہو جایا کرتا ہے۔

تیسرا وصف کلمتہ کہ وہ خدا تعالیٰ کا کلمہ ہیں۔ انھیں یوحننا (۳۴) کے اول میں یوں ہے:

”ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔“

یہی ابتداء میں خدا کے ساتھ تھا، سب چیزیں اس سے موجود ہوئیں۔ اس کے معنے جس طرح عیسائی سمجھتے ہیں اس سے تو یہ کلام بے معنی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کلمتہ کی ضمیر حضرت مسیح کی پھیرتے ہیں جس کے معنی کہ ابتداء میں مسیح کلام تھا اور یہ ظاہر ہے کہ کلام خدا نہیں ہو سکتا۔ (36) چوتھا وصف روح منہ، اس کے چند معانی ہیں:

- (۱) عرب کی عادت تھی کہ جب وہ پاکیزگی اور طہارت و لطافت میں کسی چیز کی صفت کرتے تھے تو اس کو

روح کہتے تھے یعنی چونکہ مسیح کو بغیر باپ کے محض نئجہ بیل علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے پیدا کیا تھا تو اس لاطافت کے واسطے ان کو روح اللہ کہتے تھے اور ”منہ“ اضافت تفصیل کے لئے ہے جیسا کہ بولتے ہیں ”نعمۃ من اللہ“ اور بادشاہ جس نوکر کی مدح کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں ہمارا نوکر یعنی خاص اور معزز نوکر، ورنہ یوں سب ہی روح اللہ ہیں۔

۲) چونکہ حضرت مسیح لوگوں کی حیات اخروی کا باعث تھے، اس لئے ان پر روح کا اطلاق ہوا جس طرح کہ قرآن مجید کو روح کہا گیا: ”وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ أَمْرِنَا“ (37)

۳) روح درج عرب کی زبان میں قریب المعنى ہیں جس کو ہندی میں پھونک کہتے ہیں یا سانس چونکہ جریل علیہ السلام کے پھونکنے سے متوجہ پیدا ہوئے تھے اس لئے ان کو روح کہتے ہیں۔ ان چاروں اوصاف کے بعد پھر تصریح کرتا ہے کہ ”أَمْنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ“، کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مسیح پر ایمان لا کو (جو ان کو خدا کہتے ہیں در اصل وہ رسالت کے منکر ہیں، اسی طرح جو حرامی کہتے ہیں وہ بھی رسالت کے منکر ہیں ان سب کے بعد امر حق کی تصریح کرتا ہے: ”وَ لَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ“، کی تثنیت سے بازاً و کیونکہ ”إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ“ کہ وہ ذات واحد لا شریک ہے جب تثنیت کے قائل ہوئے کہ خدا اور روح القدس اور عیسیٰ مل کر ایک خدا ہو تو توحید کہاں رہی؟ کس لئے کہ اگر یہ تینوں ذوات مستقل ہیں تو پھر ایک ہونا گویا جمہوری خدائی قائم کرنا ہے، اگر غیر مستقلہ ہیں تو ان تینوں میں سے جس کو اب یعنی باپ کہتے ہو جس سے خدا تعالیٰ مراد ہے وہ بھی معاذ اللہ غیر مستقل ہو جاوے گا۔

تثنیت کے بطلان کے بعد مسیح کی ابیت کو باطل کرتا ہے ”سُبْحَنَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ“، ”وَهُوَ بات سے پاک ہے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔“ کس لئے ابطال ابیت کہ ”لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ“ کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اُسی کا ہے۔ (38)

فاسد عقیدے کے بطلان پر چند ادله:

۱) ”مَا مِنْ إِلَهٌ إِلَّا اللَّهُ وَاحِدٌ“ یہ بات کہ خدا ایک ہے تمام انبیاء سبقین، عقل اور خود مسیح کی شہادت سے ثابت ہے جو ان جیل مروجہ میں بھی اب تک پائی جاتی ہے اور تثنیت اس تو حید کی صرف نقیض ہے پس اس کے بطلان میں اب کیا کلام باقی ہے؟ اس کے جواب میں بعض پادری کبھی ان تینوں اقانیم کو صفات کہتے ہیں، کبھی مراتب اجمال و تفصیل قرار دیتے ہیں۔ قرآن نے وجود مستقل مانے اور باہم علت و حلول قدر دینے سے سب توجیہات کو باطل کر رکھا ہے۔

بیت پاپی مسیحیت کے دل میں مولا نام عبد الحق خاتمی کے دلائل

(۲) ”مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ“ (۳۹) کہ اور رسولوں سے مسیح میں کوئی بات زائد تھی بھر جب وہ خدا یا خدائی کا بجھوٹپیں تو یہ کیونکر ہو گئے؟ اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا تو آدم بغیر باپ اور ماں پیدا ہوئے تھے۔ اگر مردہ زندہ کرنا تو حضرت الیاس کا لڑکے کو زندہ کرنا۔ (۴۰) اور حضرت مسیح کے مجذات۔ (۴۱) کتاب السلاطین میں بہت کچھ موجود ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کا بندہ کہلانا تو اس لفظ کا اطلاق اور بھی سینکڑوں پر بائیبل میں ہوا ہے جیسا کہ انجلیل متی باب ۶ و ۷ ماقامات سے ثابت ہے اگر آسمانوں پر اٹھایا جانا تو حنون کا کتاب پیدا ش کے ۵ باب (۴۲) میں اور الیاس کا کتاب دوم السلاطین کے باب (۴۳) میں اور کوئی وجہ خصوصیت پائی نہیں جاتی۔ (۴۴)

(۳) ”وَ أُمَّةٌ صَدِيقَةٌ كَانَا يَأْكُلُنَ الطَّعَامَ“ جس کی ماں ہو گی تو وہ ضرور حادث ہو گا اور حادث نہ خدا ہے نہ خدائی کا وجود۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں مریم تھی۔ دوم: دونوں کا کھانا کھانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بھوک اور پیاس کو دفع نہ کر سکتے تھے، کھانے کے محتاج تھے، اور اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور یہ تاویل کچھ مفید نہیں کہ مسیح میں الوہیت اور انسانیت جمع تھی۔ (۴۵)

اطال الوہیت مسیح:

یہ اعتقاد حد درجہ کی تاریکی روح کا باعث تھا، اس نے اس کو لفظ کفر سے تعبیر کیا، الوہیت مسیح کو ”لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ“ سے (۴۶) عیسائیوں کے اکثر فرقیں خصوصاً کلیساے عرب بلکہ آج کل کے رومن کیتوک اور پراشٹ حضرت مسیح علیہ السلام کو والہ یعنی خدا کہتے ہیں کہ خدائی دنیا کے گناہ معاف کرنے کے لئے حضرت مریم کے پیٹ سے پشكل مسیح ظہور کیا۔ جیسا کہ ہندوؤں کا اعتقاد اوتاروں کی نسبت ہے کہ ایشور یعنی خدائی شیر اور انسانوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔ (۴۷)

اس لغو اعتقاد کے ابطال پر دلائل کی ضرورت سمجھ کر صرف مسیح علیہ السلام کے قول پر بس کیا کہ جس سے الوہیت کی نظری اور عبودیت کا ثبوت پایا جاتا ہے ”وَقَالَ الْمَسِيْخُ“ کہ مسیح نے بھی اسرائیل سے کہا تھا اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا خدا ہے کیونکہ جو اس کے سوا اور کوچھ بھی گاہہ مشرک ہو گا کہ جس پر جنت حرام اور جہنم اس کا ٹھکانا ہے۔ انجلیل مقدس (۴۸) میں ہے: یسوع (مسیح) نے اس سے جواب میں کہا کہ سب حکموں سے اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے اور تو اپنے خداوند کو سارے دل و جان و عقل و قوت سے پیار کر (یعنی اس کی خالصتاً عبادت کر۔ یہ مضمون اس جگہ پورا پایا گیا رہا ﴿إِنَّهُ مِنْ يُشْرِكُ بِاللَّهِ﴾ دوسرے

موضع سے ثابت ہے اور مکن ہے کہ ناقل انجیل نے یہ جملہ سہواتر کیا ہوا اور یہ نقل کلام مسیح نہ ہوا اس مطلب کے مؤید اور بھی جملے ان انجیل موجود، میں پائے جاتے ہیں، جن سے مسیح کا بنہ ہونا پایا جاتا ہے، بلکہ خود ان کا عبادت کرنا روزہ رکھنا ان ان انجیل میں مذکور ہے۔ پس اگر خدا ہوتے تو عبادت کس کی کرتے اور اپنا خدا واحد کیوں بتلاتے بلکہ آپ خدائی کے مدعا ہوتے سو ایسا کہیں نہیں پس ثابت ہوا کہ یہ قول غلط ہے لوگوں نے افراط محبت سے پیدا کر لیا ہے۔ (49)

ایک اور مقام پر مولا نا حقانی لکھتے ہیں: پھر اس کے بعد وہ جو نصاریٰ نے مذہب عیسیٰ میں تحریف کر کے اس کو بگاڑ دیا تھا اس میں سے سب سے اول اور بڑھ کر فساد اعتقد انتشیث والو ہیت مسیح تھا، اس کو کس خوبی کے ساتھ ان آیات میں رد فرمایا ہے:

”لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا“ (50) اس عقیدے کے بطلان پر تین دلائل قائم کرتا ہے:

۱) ”فَمَنْ يَمْلِكُ جَمِيعًا“ تک اس میں ضمناً حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ گرفتاری و قید کی طرف اشارہ کر کے ان کا حکوم و مسخر امر انہی ہونا ظاہر کرتا ہے۔ جو خدائی کے برخلاف ہے، اس سے مسیح کی خدائی باطل ہوئی۔

۲) ”لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ“ اس میں اپنی عناء ذاتی کو ظاہر کر کے بیٹھے بنانے کی ضرورت کو رفع کرتا ہے۔

۳) ”يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ“ اس میں ان کے بغیر بآپ کے پیدا ہونے سے جو لوگوں کے دل میں ان کے لئے خدا کا بیٹھا ہونے کا خیال پیدا ہوتا ہے اس کو دور کرتا ہے کہ یہ کچھ مشکل بات نہیں، ہم جس طرح چاہیں پیدا کر سکتے ہیں۔ (51)

قیامت کے دن عیسیٰ سے سوال:

”إِذْ قَالَ اللَّهُ يَعْيَسَى ابْنَ مَرْيَمَ“ (52) یہاں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال شروع ہوتا ہے کہ قیامت کو ہم ان سے یہ سوال کریں گے اور نعمتیں یاددا کر کہیں گے کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لینا؟ اُس پر عیسیٰ علیہ السلام عاجزی سے اپنی براءت بیان کریں گے۔ اس ذکر سے غرض عیسائیوں کا خیال باطل غلط کرنا ہے کہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدائی کا حصہ دار سمجھتے ہیں اور حضرت کے معاصر عیسائی مریم کو

بیٹھ پالی مسیحیت کے رد میں مولا ناعبد الحق حقیقی کے دلائل

بھی خدا سمجھتے تھے، عیسیٰ علیہ السلام تو قیامت کے دن لرز کریوں عذر کریں گے کہ میں نے ان سے ایسی بات نہیں کیں نہ میں کہہ سکتا تھا تو قادر ہے خواہ معاف کرے خواہ عذاب دیوے ﴿اُذْكُرْ رَبَّكُمْ مَّا عَلِيْكَ وَعَلَى
وَالِّدَّةِ تَكَ﴾۔ بیہاں سے وہ جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام پر خدا نے احسان کئے تھے یاد لائے جاتے ہیں اور اشارات آیہ بات بتلائی جاتی ہے کہ اگر وہ خدا یا اس کے بیٹے ہوتے تو ان کو ان احسانات کی حاجت کیا تھی، غرض کس لطف سے ابتداء ولادت سے لے کر ان کی موت تک کا حال جو عبودیت پر دال ہے ”اُذ“ کر کے گناہ اور بتلاتا ہے کہ یہ سب باتیں جوان پر گزرنی ہیں ان سے قیامت میں سوال کیا جاوے گا۔ (53) (فَلَمَّا تَوَفَّيَتِي آجَ كَهْ دَنْ بَجَوْلَ كَأَصْ
كَامَ آَيَّ گَا،” سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے روز قیامت کریں گے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فَلَمَّا تَوَفَّيَتِي سے قادر یا نوں کا یہ استدلال کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، درست نہیں کیونکہ یہ استدلال سیاق آیات کے خلاف ہے۔)

۱) ”اُذْ اَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدْسِ“ سب سے اول احسان ہے جو حضرت مسیح پر کیا تھا کہ روح القدس سے ان کی تائید کی تھی جس سے وہ اڑکپن میں بھی کلام کرتے تھے کہ جس وقت عادتاً اڑ کے نہیں بول سکتے ورنہ پھر تائید روح القدس کی اور کلام کرنے کی خصوصیت کیا ہے؟ روح سے مراد جبریل، القدس سے ذات باری، جبراًیل کی تائید یہ تھی کہ یہ وقت اپنی ملکیت کا اثر ان کی بشریت پر ڈالتے رہتے تھے جس سے ان سے مججزات سرزد ہوتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ ارواح کے درجات متفاوت ہیں، خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو پاک روح عطا کی تھی جس کے آثار ہمیشہ جسمانیت اور رہنمایت پر غالب رہتے تھے سو یہ تائید تھی اڑکپن میں کلام کرنا اور ﴿إِنَّى عَبْدُ اللَّهِ﴾ کہنا طفولیت میں انجیل سے ثابت ہے اور آج اُس کو مسلم الثبوت نہ کہنے سے اس کے جمیع واقعات کی تکذیب نہیں ہو سکتی خصوصاً جب کہ انجیل یوحنا کے اخیر (54) میں قدرت ہے کہ مسیح نے جو کچھ کام کیے ہیں آج اگر وہ سب لکھے جاوے تو دنیا میں نہ سا سکیں اور وَ كَهْلَأْ یعنی اخیر عمر میں قریب قیامت پھر آ کر کلام کریں گے۔ (55)

۲) ”وَ إِذْ عَلِمْتُكَ الْكِتَبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التُّورَةَ وَ الْأُنْجِيلَ“ کتاب کا بیان تو ریت و انجیل ہے سو حضرت عیسیٰ ان دونوں کتابوں کو اور حکمت الہیہ اسرار و رموز کو جانتے تھے جیسا کہ لوقا کی انجیل (56) سے ثابت ہے۔

۳) ”وَ إِذْ تَخْلُقُ“ مٹی کے جانور بنانے کے نہیں پھونکنا اور ان کا زندہ ہو کر اڑ جانا یہ مجزہ بھی آپ کا انجیل میں موجود ہے۔

(۴) ”وَتُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي“ انہوں اور کوڑھیوں کو شفادیا (57) بھی اوقا کے ۱۷-۱۸ باب میں (58) مذکور ہے۔

(۵) ”وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي“ مردہ کا زندہ کرنا بھی اوقا کی انجلی (59) میں مذکور ہے، یہ آخر تینوں باتیں بڑے کام کی تھیں اس لئے سب میں بساذنی کا لفظ بھی زیادہ کر دیتا کہ یہ خیال رہے کہ یہ کام مستحب اپنی قدرت سے نہیں بلکہ خدا قادر کی قدرت اجازت و مدد سے کرتے تھے، ان باتوں سے ان کو خدا یا خدا کا بیٹا سمجھ لینا خلاف عقل ہے۔

(۶) ”وَإِذْ كَفَّتُ بَنَىٰ إِسْرَاءَءِيلَ“ خدا نے بنی اسرائیل یعنی یہود کے شر سے مسح علیہ السلام کو محفوظ رکھا جب کہ مسح نے ان کو مجرمات دکھائے اور انہوں نے جادو پتالیا اور قتل کا قصد کیا تو خدا نے ان کو محفوظ رکھا، زندہ آسمان پر اٹھالیا، یہود یوں کا در پے قتل ہونا انجلی اربعہ میں بالوضاحت موجود ہے۔

(۷) ”وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيْنَ“ (60) جو لوگ حواریوں کی نبوت کے قائل ہیں وہ وحی سے وحی انبیاء مراد لیتے ہیں اور جو ان کو نبی نہیں سمجھتے تو بمعنی الہام یعنی الْقَاء فی الْقَلْبِ خدا نے حواریوں کے دل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی توفیق پیدا کی سو وہ ایمان لائے۔ جیسا کہ انجلی سے ثابت ہے۔

(۸) ”إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَعْيَسَى ابْنَ مَرْيَمَ“ (61) یہ اس وقت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریا طہریا س کے پاس دعا کی تو خدا نے پانچ روٹیوں اور دو تی ہوئی چھلیوں سے پانچ ہزار آدمیوں کو شکم سیر کر دیا۔ یہ برکت دینا آسمان یعنی عالم غیر سے ماں دہ نازل کرنا ہے جیسا کہ انجلی یوحنہ (62) میں مذکور ہے، باقی یہ حواریوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کو ان کتابوں میں نہ ہو مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں میں گفتگو ہوئی تھی وہ سب ان چاروں انجلیوں میں موجود ہے۔ (63) یہ وہ کلام (64) ہے کہ جو عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز کیا جاوے گا جس پر وہ عاجزی سے کہیں گے کہ میں ہر گز ایسی بات نہیں کہہ سکتا تھا میں نے تو خاص تیری عبادت کرنے کا حکم دیا تھا اور اپنی زندگی بھری یہی کہتا رہا پھر میرے بعد کی تجھے خبر ہے۔ اب آپ کو اختیار ہے اگر عذاب کرے تو تیرے بندے ہیں اور معاف کرے تو تو بڑا حکیم زبردست ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ آج کے دن چوں کا تجھ کام آؤے گا کہ ان کے لئے روحانی اور جسمانی جاودا نی بہشت

بیٹ پالی مسیحیت کے درمیں مولا نا عبد الحق حقیقی کے دلائل

ملے گی جس میں ہمیشہ رہیں گے اور نیز خدا ان سے راضی وہ اس سے راضی رہیں گے اور بڑی مراد اور سب باتوں کا مآل کا رجھی بھی ہے۔ سورہ کوبندوں کے عهد پورا کرنے سے شروع کیا تھا پھر جس کا تتمہ بیان احکام اور نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا بطلان خصوصاً عیسائیوں کے اعتقاد تثییث کا رد۔ (65)

سو یہ تمام باتیں اس سورۃ میں ذکر کی گئیں اور پھر آخر میں اس عالم فنا اور حشر کا برپا ہونا اور انہیاء سے سوال کرنا اور صادقوں کا اپنے صدق کے بد لے میں سعادت ابدی پانا بیان کرنا گویا اس عہد نامہ بیان کرنا گویا اس عہد نامہ کا نتیجہ سامنے کر دینا ہے پھر سورۃ کو اور ”لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ.....“ کے ساتھ تم، کرنا یعنی خدا تعالیٰ کی کبریائی و عظمت پوچن تمام کرنا کیا ہی لطف رکھتا اور اس اثناء میں اپنے چند وہ وصف بیان فرمائے جو تمام سورۃ کے مضامین کے لئے مہر ہیں کیونکہ ﴿لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ﴾ میں اس کی ذات و صفات کاملہ کا ثبوت جس کے ضمن میں نقائص تثییث و تثییہ کا رد اور ﴿عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ میں اور بھی مخالفین کے عقائد باطلہ کا کھول دیا۔ سبحان اللہ! ان اسرار کا بیان کرنا طاقت بشریہ سے باہر ہے۔ وَلَهُ الْحَمْدُ دَائِمًا۔ (66)

احباد و رہبان کی حرکات کا رد:

اہل کتاب سے جنگ کرنا اور جزیہ یعنی رعیت بنا کر ٹکیں لینا فرمایا تھا۔ (67) اب ان کی وہ حرکات ناشائستہ بیان فرماتا ہے (68) جن کے سبب یہ حکم دیا گیا۔

اول یہود سے شروع کیا کہ انہوں نے عزیز علیہ السلام کو خدا کا فرزند کہا تھا۔ یہ سب یہود نے نہیں کہا تھا بلکہ ایک خاص فرقہ نے جو بقول بعض علماء بنی قریظہ تھا اور پھر نصاریٰ کا حال بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے تھ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا، مگر بعض فریق کے، نصاریٰ کے جملہ فرقوں کا آج تک یہی عقیدہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ انہوں نے اپنے سے پہلے گمراہوں کی تقلید کی ہے وہ بھی اپنے معتقد علیہ بزرگوں کو بڑھاتے بڑھاتے خدا یا اس کا بیٹا ہی بنا کر چھوڑتے تھے اُن پر اللہ کی مارکہاں بیٹکے جا رہے ہیں خلاف عقل وقل بات پڑا رہے ہیں اُس کے سوا ان دونوں فرقوں نے ایک اور غصب ڈھار کھا تھا وہ یہ کہ یہود نے اپنے احبار یعنی مولویوں کو اور نصاریٰ نے راہبوں اپنے درویشوں کو اور مسیح کو خدا بنا رکھا تھا۔ (69)

احباد و رہبان کو خدا بنا نے کی صورت یہ تھی کہ خلاف عقل و خلاف توریت و انجلیں جو کچھ فتویٰ دیتے تھے اس کو خدا کے حکم کے برابر جانتے تھے، رومہ کے پوپ خدائی کرتے تھے۔ یہود و نصاریٰ کے عالم اپنی کتابوں میں

تحریف کرنے کے عادی تھے۔ (70)

وہ لوگوں کو طرح طرح کے شبہات میں بمتلاکرتے تھے جیسا کہ آج کل مشتری کرتے ہیں اب مسلمانوں کو ان کے فریب سے ان میں ایک خباثت کا نشان بتلا کر مطلع فرماتا ہے کہ وہ مکار ان فریبوں سے مال مارتے اور اس کو جمع کرتے ہیں، اللہ کی راہ میں خود صرف کرنا نہیں جانتے جیسا کہ ہندوؤں کے بہمن اور پنڈت کرتے ہیں سو ایسے لاچپوں کی بات کا کیا اعتبار ہے، ایسے مال سے قیامت میں تپا کران کے منہ اور پیٹھ اور پہلو پر داغ دینے جاویں گے۔ (71)

رہبانیت بھی ان کو ملی تھی (72) جس کو انہوں نے از خود پیدا کیا تھا، ہم نے ان پر فرض نہ کی تھی لیکن ان سے وہ جیسا چاہتے تھے نجحانے سکے، پھر جو ان میں سے پیغمبر آخرا لزمان پر ایمان لائے اجر کے مستحق ہو گئے اور بہت تو ان میں سے بدکار ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروی لوگوں میں سے جو تارک الدنیا ہو جاتے تھے کسی گوشے میں عبادت کرتے، نہ وہ بیاہ شادی کرتے تھے، نہ عمدہ لباس پہنتے تھے، نہ عمدہ کھانا کھاتے تھے ان کا نام راہب ہوتا تھا جس کی جمع رہبان آتی ہے جس کے معنی درویش اور درویشی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے راہبوں میں بہت سی رُبی با تین شرمناک پیدا ہو گئی تھیں جن کا ذکر مؤرخین نے بہت کچھ کیا ہے، قرآن نے اپنے اخلاق کریمانہ سے ان کا صراحتہ ذکر کرنا مناسب نجانا ”فَمَارْعَوْهَا حَقَّ رِغَایتِهَا“ (73) ذکر کر دیا۔

لا رہبانیہ فی الاسلام:

یہ مسئلہ جمہور علماء کے نزدیک مسلم ہے کہ مذہب اسلام میں رہبانیت نہیں۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ دنیا ترک کر بیٹھنا، نکاح نہ کرنا، فقیری کا لباس اور قلندرانہ وضع اختیار کرنا، کس لئے کہ ان باتوں میں خدا نہیں ملتا اور نیز منشائی کے خلاف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی متعدد نکاح کئے اور نکاح کرنے کی ترغیب دلائی۔ عمدہ لباس بھی پہنا، عمدہ کھانا بھی جب مل گیا تناول فرمایا۔ دنیا کے سب کاروبار کرو۔ نوکری تجارت زراعت بال پجوں کی پروش اقارب و ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کرو، خدادے تو اچھا کھاؤ پیو۔ پہنونگر ہر کام میں اللہ کو نہ بھولو، اس کے احکام کو متوظ خاطر کھو۔

بیٹ پالی مسیحیت کے درمیں مولانا عبد الحق حقانی کے دلائل

مگر نہ ایسا بھی کہ لذائذ و شہوات کے بندے بن جاؤ، رات دن اسی دھنڈے میں پڑے رہا اور آرائش و تجملات کے حاصل کرنے میں عمر گراں مایہ بر باد کرو، دین کو خیر باد کہہ بیٹھو، نفس کو کھلا آزاد کرو، کس لئے کہ گواسلام میں رہبانیت تو نہیں مگر زہد ضرور محدود ہے اور بزرگان دین نے زہد و تقویٰ اختیار کیا ہے۔ زہد دنیا سے بے رغبتی کا نام ہے نہ بالتزام مباحثات ولدان و طیبات کو حرام کر لینا..... ہاں زاہد کو ان چیزوں کی طرف چند احادیث نہیں ہوتا نہ وہ ان کے طالب و جویاں ہوتے ہیں۔ اگر اتفاقاً میسر آگئیں تو کچھ انکار بھی نہیں، برخلاف راہب کے زاہد و راہب میں یہ فرق ہے اور بڑا فرق ہے۔ (74)

ذبح اللہ کون ہیں؟

ذبح کا واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کس بیٹے کے ساتھ پیش آیا؟ مولانا حقانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبح ہونے کے قائل ہیں، جس کے انہوں نے درج ذیل دلائل پیش کیے ہیں:

یہی آیات ثابت کر رہی ہیں، کس لئے کہ یہاں یہ ہے: ”رَبِّ هَبْ لِيٌ مِنَ الْصَّلِحِينَ“ (75) کہ الٰہی مجھے نیک لڑکا عطا کر، جس کے بعد فرمایا: ”فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَمٍ حَلِيمٍ“ (76) کہ جن سے اس کو حلیم لڑکے کا مرشد دیا پھر اسی حلیم لڑکے کا یتذکرہ ہے کہ ”فَلَمَّا بَلَغَ مَعَةَ السَّعْيِ“ (77) کہ وہ ہوشیار ہوا تو ابراہیم علیہ السلام نے اس سے خواب بیان کیا کہ میں نے تجھ کو خواب میں ذبح کرتے دیکھا ہے پھر سب تصدیق اسی غلام حلیم کا ہے اور اس کے بعد فرمایا: ”وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِنَ الصَّلِحِينَ“ (78) کہ ہم نے اسحاق کے پیدا ہونے کا مرشد دیا اور اسحاق کو نبی صاحب کے وصف سے یاد کیا جیسا کہ اس کو حلیم کے وصف سے یاد کیا تھا۔ یہ صاف قرینہ ہے کہ وہ غلام حلیم کوئی اور لڑکا تھا اسحق کے سوا، ورنہ پھر بار دگر اس کے اعادہ کی کیا ضرورت تھی؟ اور یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ اسحاق سے پہلے بھروسہ اسماعیل کے حضرت ابراہیم کا کوئی لڑکا نہ تھا، یہی بڑے تھے اور حضرت اسحاق سے تجھیناً چودہ برس بڑے تھے۔ ہم اسی پر بس کرتے ہیں۔ (79)

فریق ثانی کی طرف سے اس پر ایک بڑا توپی شہہر ہوتا ہے، وہ یہ کہ توریت سفر پیدائش کے ۲۲ باب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسماعیل نہیں بلکہ اسحاق کے ذبح کا حکم ہوا تھا اور موریہ پہاڑ پر قربان گاہ میں ذبح کر کے آگ میں جلانے لے گئے تھے، اس کا جواب بہت آسان ہے وہ یہ کہ بار بار دلائل سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کے پاس جو بالفعل ایک کتاب توریت کے نام سے موجود ہے یہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی توریت نہیں بلکہ ایک

مجموعہ ہے اس کے مضامین دیگر تقصص و حکایات و دستورات کا پھر وہ بھی تحریف سے خالی نہیں ہے اس کے بھی اہل کتاب کے محققین مقرر ہیں پھر اس کتاب پر خصوصاً ان موقع میں جہاں بنی اسرائیل کے مقابلہ میں اسماعیل علیہ السلام کی فوقيت ثابت ہو، کسی طرح سے اعتبار نہیں ہو سکتا اور جب کہ ہم بہت سے تاریخی واقعات میں غلطی دیکھتے ہیں پھر کیونکرو تو ق کریں؟

موابی کا بنی اسرائیل سے جگہ زار ہا کرتا تھا، ان کو ولد الحرام بنانے کے لئے توریت میں یہ بھی لکھا ہے کہ لوط علیہ السلام نے شراب پی کر اپنی بیٹیوں سے زنا کیا، اس سے یہ لوگ پیدا ہوئے۔ (معاذ اللہ) (80)

اسی طرح حضرت خاتون ہاجرہ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ تھیں لوٹی لکھ دیا (81) حالانکہ ندان کی کہیں تجھ ثابت ہے ندان کا جہاد میں آنا، شاہ مصر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا تھا (82) ان کی بزرگی کا معتقد ہو کر اور دراصل وہ شاہ مذکور کی بیٹی تھی قدیم زمانہ میں ہند کے راجوں میں بھی یہی دستور تھا، اب اس سے ان کو لوٹی سمجھ لیا۔ (83) حالانکہ قطورہ لوٹی کی اولاد کے لئے کوئی بھی توریت میں برکت کا وعدہ نہیں اور طرہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تجھیں و تکھین میں دونوں بھائی اسماعیل و اسحاق علیہما السلام کا شریک ہونا بھی لکھا ہے۔ (84)

قرین قیاس یہی ہے کہ ذبح کا واقعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا کیونکہ یہ بڑے بیٹے تھے اور برکت کا ان سے وعدہ بھی تھا اور بڑے کا حق ہمیشہ سے ملحوظ رہا ہے اور اس وقت تک یہی بیٹے تھے اور کوئی نہ تھا۔ رہی یہ بات کہ ان کو مکہ میں آ کر ذبح کرنا چاہتا تھا سو یہ ظاہر ہے کہ آپ یہیں تشریف لائے تھے اور بارہا آمد و رفت رہتی تھی اسماعیل علیہ السلام یہی شام میں آتے جاتے تھے۔ یہ ذبح کا واقعہ بمقام منی مکہ کے پاس ہوا ہے جس کی یاد گار قربانی چلی آتی ہے۔ واللہ اعلم۔ (85)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صابر، حسن خلق والا، عفو و درگز رکرنے والا یہا حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمایا۔ ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ.....“ یقیناً غلام حلیم حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ ان کا ذکر پہلے ہوا، حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری اور ان کے بعد یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی گئی۔

رسالت کے حقدار بنی اسرائیل یا بنی اسماعیل؟

اہل کتاب کو یہ گمان تھا کہ نبوت خاص ہمارے خاندان ان اسرائیلی کا حصہ ہے اخیر نبی کہ جس کی موسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے وہ بھی ہمارے خاندان سے ہو گا۔ یعنی یہ خاندان بنی اسرائیل پر منحصر ہے۔ اس لئے اہل کتاب کو آنحضرت پر ایمان لانے کی تائید اور ایمان کے شہرات اور برکات بیان کر کے یہ فرماتا ہے: ”إِنَّا لَأَعْلَمُ
أَهْلُ الْكِتَابِ إِلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللَّهِ“ (86) کہ یہ بیان ہم نے اس لئے کیا ہے کہ اہل کتاب جان یوں کہ ان کو فضل الہی پر کوئی قبضہ و قدرت نہیں کہ وہ اس کو اپنے ہی گھر میں منحصر کریں بلکہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس پر چاہے کرے بنی اسرائیل کی کیا خصوصیت؟ اس نے بنی اسماعیل پر کر دیا۔ (87)

مثیل موسیٰ کون ہیں؟

”إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا“ (88)
”ہم نے تمہاری طرف تم پر گواہی دینے والا ایک رسول اس طرح سے بھیجا ہے کہ جس طرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔“

”كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا“، جیسا کہ فرعون کے پاس ہم نے رسول یعنی موسیٰ علیہ السلام بھیجا تھا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل نے ان کی اطاعت کی تو قید فرعون سے نجات پائی، شام کی سرز میں نصیب ہوئی، وہاں کے سردار ہوئے اور فرعون نے سرکشی کی توہاک ہوا، اسی طرح اس نبی کے مطیع دنیا کے سربراہ بادشاہوں کے مالک ہوں گے اور آخرت کے بھی درجات حاصل کریں گے اور نافرمان و سرکشی خوارو ذیل ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قریش بدمریں مارے گئے، سات برس کے قحط میں گرفتار ہوئے پھر فتح مکہ کے دن مغلوب ہوئے۔ صحابہ دنیا اور دین کے سردار ہوئے۔ اس جملہ میں اس بشارت کی طرف بھی اشارہ ہے جو توریت سفر استثناء میں آنحضرت کی بابت منقول ہے اس میں موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے بنی اسرائیل کو پہلے سے سناتے ہیں: میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجوہ سما ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ (89)

متعصب عیسائی اس بشارت کے مصدق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ٹھہراتے ہیں اور سند بھی عیسائی مصنفوں کے اقوال سے لاتے ہیں۔ مگر یہ بشارت بھر آنحضرت کے اور کسی پر صادق نہیں آتی کس لئے کہ اصل

بشارت میں موافق عبرانی ترجمہ کے ان کے بھائیوں میں سے نبی برپا کرنا، فرمایا ہے یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے جو بنی اسماعیل ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں برکت دینے کا وعدہ بھی ہوا ہے، اگر اس کا مصدق حضرت عیسیٰ یا اور کوئی اسرائیلی نبی ہوتا بنی اسرائیل میں سے برپا ہوا سمجھا جائے گا۔ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے دوسرے اس نبی کی نسبت یوں فرمایا کہ وہ موسیٰ کی مانند ہو گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی بھی موسیٰ کے مانند نہیں گزر ا بلکہ ہر ایک ان کا شریعت میں قلع تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تو کوئی بھی مشاہدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نہیں تھی، کس لئے کہ حضرت موسیٰ ماں باپ سے پیدا ہوئے تھے، یہوی اولاد رکھتے تھے، ایک فرومندہ قوم کو سرکشوں کے پنجوں سے چھڑا کر لائے اور اس کو ایک ملک کا سردار کر گئے، برخلاف حضرت عیسیٰ کے کوہ بقول نصاری آدم زادہ ہی نہ تھے بلکہ خداوندی خدا کے بیٹے (تعالیٰ اللہ عن ذلک علُوًّا كَبِيرًا) اور یہ ان کی یہوی بیٹے تھے نہ قوم کو رو میوں کی قید سے آزاد کر گئے اور نیز حضرت موسیٰ کے جانشین ان کی نسل کے غیر لوگ ہوئے جیسا کہ یوشع بن نون ان کے بعد ان کا خلیفہ ہوا حالانکہ آپ کی اولاد بھی موجود تھی، اسی طرح آنحضرت کے بعد آپ کے جانشین حضرت ابو بکرؓ ہوئے باوجود یہ کہ آپ کے اقارب اولاد بھی تھے جن کے عہد میں عرب غیر قوموں پر فتح یاب ہوئے جیسا کہ یوشع بن نون کے عہد میں بنی اسرائیل شام اور فلسطین پر قابض ہوئے اور دونوں کی شریعت میں بھی حلت و حرمت، طہارت و نجاست، قوانین عبادت، احکام معاملات اور دستور عبادات میں بہت مشاہدہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس کوئی نئی شریعت ہی نہ تھی بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے اس لئے فرماتے تھے کہ میں توریت کا ایک شوشه بھی مٹانے نہیں آیا اور نہ شریعت کو منسوخ کرنے آیا ہوں اور جو بعد میں پاؤں وغیرہ نے شریعت بنائی تو اس میں ان باتوں میں سے کچھ بھی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جہاد کئے اسی طرح آنحضرت نے بھی کئے وہ لوگوں میں صاحب شوکت اور ذوق وجاہت تھے ایسا ہی آنحضرت بھی برخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ محض فقیر اناہ اور عاجز اناہ پیرا یہ میں تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوئی مخالف قتل نہ کر سکا، اپنی موت سے مرے، ایسا ہی آنحضرت برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوہ بقول نصاری یہود کے ہاتھ سے مارے گئے۔ الغرض پیدائش سے لے کر شریعت احکام اور زیست کے حالات اور موت اور بعد میں جانشینوں تک کے حالات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد میں جیسی مشاہدہ ہے اس کا سوواں حصہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں نہیں۔ (90)

بیٹ پالی مسیحیت کے درمیں مولا ناعبد الحق حقانی کے دلائل

نصاریٰ نے جو کچھ خدا تعالیٰ سے عہد کئے اُس کے بخلاف کیا اور اس کی سزا باہمی عداوت، جوان پر پڑی، اس کو بیان فرماتا ہے۔ (91)

نصاریٰ سے عہد کالینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت ہوا تھا، انجیل یوحنًا (92) میں ہے: اگر مجھے پیار کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو اور پھر آنحضرت کی تشریف آوری کی خبر دے کر آپ پر ایمان لانے کی تاکید کی تھی اور آنحضرت کی بہت کچھ مدد فرمائی تھی جیسا کہ اسی کتاب کے اسی باب سے ثابت ہے۔ (93)

جس کے بعض جملہ یہ ہیں: اس جہاں کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔ اور اسی کتاب کے ۶ باب میں توصاف فارقیط کے آنے کی خبر ہے جو لفظ احمد کا ترجمہ ہے۔ (94)

مگر نصاریٰ نے باوجود یہ کہ فارقیط کے منتظر تھے جب فارقیط آنحضرت ظاہر ہوئے تو انکار کر دیا، حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد کو توڑ ڈالا۔ ”فَأَخْرَجْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاؤَ“ (95) یہود و نصاریٰ میں عداوت مذہبی قائم ہوئی اور قائم رہے گی۔ (96)

یہود و نصاریٰ کے ایک اشکال کا جواب دیتے ہوئے مفسر حقانی لکھتے ہیں:

پہلی آیتوں میں تھا کہ جو نبی تمہارے دین کی تصدیق کرنے والا آئے تو تم پر ضرور ہے کہ اس پر ایمان لاوے اس پر یہود و نصاریٰ یہ اعتراض کرتے تھے کہ یہ ”مسلم“، لیکن یہ نبی ہمارے دین اور کتاب کا مصدق نہیں کیونکہ الوہیت مُسِّیح اور تثییث ہمارے دین کا اصل الاصول ہے، سو یہ اس کا رد کرتے ہیں پھر ہم کیونکر ان پر ایمان لاویں (چنانچہ اب بھی پادری یہی اعتراض کیا کرتے ہیں) اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ یہ باتیں تمہارے دین کے اصول نہیں بلکہ یہ افراط و تفریط ان بیانات علیہم السلام کے بعد تمہارے دین میں پیدا ہوئی ہے جس کے دُور کرنے کے لئے اس اخیر نبی کی ضرورت ہوئی ورنہ انہیاء سے باوجود مرتبہ شہود کے یہ ممکن نہیں کہ وہ ایسی خلاف فطرت باتیں کہیں اور کسی کو شریک خدائی تھہرائیں کیونکہ وہ مقام شہود میں دیکھ رہے ہیں کہ آسمان و زمین کی ہر چیز ملائکہ و بنی آدم اہل ایمان تو از خود اور جبر و شہر و کفار جبرا اس ہی کے آگے سرگلوں ہیں۔ ہر انسان زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ دراصل اللہ حق وہی ہے جو مجھ کو مجبور آنہ میدان وجود میں کھینچ لے رہا ہے بے اختیار جوانی پر بڑھا پا مرض و تندرستی آتی ہے، اسی طرح ہر چیز عالم ہستی سے پھر اس کی طرف چلی جا رہی ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ وہی پیدا کرتا ہے اور وہی فنا کرتا ہے اس کے سوا کسی کو حق نہیں کہ وہ معبد بنایا جائے یہی دین اصلی ہے اس کے بخلاف دین الہی نہیں ہو سکتا، پھر کیا وہ یہ چاہتے

ہیں کہ غیر دین الہی مانا جاوے؟ دین اللہ کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ جملہ انبیاء پر ایمان لایا جاوے، اس نے آنحضرت کو فرماتا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ پر ایمان لائے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی نسل کے انبیاء، خصوصاً موسیٰ اور عیسیٰ پر جو کچھ نازل ہوا اور ہم پر جو کچھ نازل ہوا سب پر ایمان لائے، کسی میں فرق نہیں کرتے اور ہم خدا کے جملہ احکام مانے کے لئے یہی گردن جھکائے ہوئے ہیں اور اسی کا نام مذہب اسلام ہے پھر جو کوئی اس دین کے برخلاف جو تمام سلسلہ انبیاء کا مذہب ہے دوسرا دین اختیار کرے گا ہرگز مقبول نہ ہوگا۔ (گودنیا میں وہ اس غلط مذہب پر اعتماد کر کے اس میں ہزار کوشش کرے مگر) آخرت میں کامیاب نہ ہوگا مجھے نفع کے خسارہ اٹھائے گا۔ (97)

خلاصہ حقیق:

مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ نے سینٹ پالی میسیحیت کے اہم معتقدات کی نشاندہی کر کے مدلل اور موثر انداز میں یہ ثابت کیا ہے کہ سینٹ پال نے نہ صرف عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں تحریفات کیں بلکہ ان کی تعلیمات کو مسخ کرنے کی کوشش کی تاکہ پیغام مسیح کو جڑ سے اکھاڑا جاسکے اور مسیح کے پیروکاروں کو بت پرست قوم بنادیا جائے۔

سینٹ پال نے موہوم مصلوبیت مسیح کو بنیاد بنا کر عقیدہ گفارہ ایجاد کیا اور شریعت سے چھکارے کی میں چلائی۔ اس نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ وہ مسیح علیہ السلام کے ساتھ مصلوب ہوا ہے، حالانکہ اس کی عیسیٰ علیہ السلام سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔

سینٹ پال نے عیسائیوں کو عنانہ کرنے سے بھی روک دیا۔ حالانکہ شریعت ابراہیمی، موسوی، اور عیسوی میں اس کا تاکیدی حکم تھا، لوقا کی انجلی کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کا بھی آٹھویں دن ختنہ ہوا تھا۔

سابقہ شرائع میں جو چیزیں حرام تھیں ان کو سینٹ پال نے حلال قرار دے دیا اور یہ عقیدہ گھڑ لیا کہ جو انہیں حرام سمجھتا ہے وہ صرف اس کے لئے حرام ہیں! اسی لیے آج اہل مغرب (عیسائیوں) میں حلال و حرام کی تمیز عنقا ہو گئی ہے۔

عقیدہ سنتیث اور الوہیت مسیح کا مولانا حقانی نے قرآن اور اناجیل کے حوالہ جات سے ابطال کیا ہے:

رہبانیت کو بھی عیسائیوں نے از خود اختیار کر لیا تھا، یا ان کے لئے کوئی شرعی حکم نہ تھا۔ آپ نے ثابت کیا

بیوٹ پالی مسیحیت کے درمیں مولانا عبد الحق حقانی کے دلائل

ہے کہ اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں تاہم اسلام نے زہاد اختیار کرنے کی تلقین ضروری ہے۔
مولانا حقانی نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ذبح اللہ حضرت امام عیل علیہ السلام ہیں نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔ نیز آخری نبی حضرت محمد ﷺ بنی اسماعیل میں سے ہیں۔ مولانا نے یہود و نصاریٰ کے اشکالات کی تردید کرتے ہوئے محمد رسول اللہ ﷺ کو ہی مثیل موسیٰ علیہ السلام قرار دیا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

حقانی عقائد اسلام، مولانا عبد الحق حقانی، ص: ۲۶۱-۲۶۰، ادارہ اسلامیات، امارکلی لاہور، ط: ۱، ۱۹۸۸ء
(حالاتِ زندگی حکیم محمد الحق حقانی کے بیان کردہ ہیں)۔

- 1. ایضاً
- 2. ایضاً
- 3. ایضاً، ص: ۲۶۵
- 4. الاعلام لخیر الدین الزرکلی ۳۸۲/۳، دارالعلم للملائیں، بیروت
- 5. نزهۃ الخواطر، سید عبدالجی لکھنؤی، ۳۱۵/۸، (مترجم: انوار الحق قادری)، ط: ۲۰۰۳ء، کراچی
- 6. زرکلی نے آپ کی تاریخ وفات ۱۳۳۵ھ لکھی ہے۔ (نزہۃ الخواطر، ۳۱۵/۸)
- 7. حقانی عقاید اسلام، ص: ۲۶۹۔
- 8. اعمال: ۹:۱۷، اعمال: ۲۲:۲۲، ۱۰:۳:۲۶، ۱۸:۶:۹
- 9. اعمال: ۲۲:۲۲
- 10. اعمال: ۹:۷
- 11. اعمال: ۹:۶
- 12. اعمال: ۹:۶، اعمال: ۱۰:۲۲
- 13. گلیوں: ۱:۱۱ تا ۱۲
- 14. متى ۱۸:۱۲ تا ۱۹
- 15. اعمال: ۸:۲
- 16. اعمال: ۱۲:۲۶ تا ۱۸
- 17. اعمال: ۱۳:۲۲ تا ۲۷
- 18. عبرانیوں ۱:۶ تا ۳
- 19. نہب اکرنتھیوں: ۱:۷

- 20 گلپیوس ۲۳:۳ ۲۹ ت
- 21 کیتھولک اردو، انسلیون ۱۵:۲
- 22 نمبر ۲ کرنچیوں ۱۱:۵
- 23 نمبر ۲ کرنچیوں ۱۳:۲۳
- 24 گلپیوس ۲۰:۲
- 25 گلپیوس ۱۰:۳ تا ۱۳
- 26 مرقس ۱۵:۳ تا ۲۷
- 27 پیدائش ۱۰:۱ تا ۱۳
- 28 احبار ۱۲:۳
- 29 انجل لوقا ۲۱:۲
- 30 گلپیوس ۲:۵
- 31 رومیوں ۱۳:۱۳
- 32 الجم ۲۱:۵۳
- 33 النساء ۱۷:۱
- 34 تفسیر حقانی ۲۵۱/۳ ۲۵۲، ۲۵۲ مکتبہ العزیزیہ اردو بازار لاہور
- 35 ایضاً ۲۵۲/۳
- 36 اینہا
- 37 الشوری ۵۲:۳۲
- 38 تفسیر حقانی ۲۵۳/۳
- 39 المائدۃ ۵:۵
- 40 کتاب السلاطین ۲۳:۲۳ تا ۲۷
- 41 اینہا ۲۳:۳۵
- 42 پیدائش ۲۳:۵، ۵
- 43 کتاب السلاطین، ۱۱:۱
- 44 تفسیر حقانی، ۲۸/۲
- 45 اینہا
- 46 المائدۃ ۵:۵ تا ۲۴

تفسیر حقانی ۷۲/۳	-47
مرقس : ۳۰۔۲۹/۱۲	-48
تفسیر حقانی ۲۸-۲۷/۳	-49
الملائكة ۵: ۱۷	-50
تفسیر حقانی ۲۰/۳	-51
الملائكة ۵: ۱۱۰	-52
تفسیر حقانی ۱۲/۳	-53
یوحنا، ۲۵: ۲۱	-54
تفسیر حقانی ۱۲/۳	-55
لوقا، ۲۲: ۱۶، ۱۷	-56
لوقا، ۱۷: ۱۱، ۱۲ تا ۱۹	-57
۸۳۳-۳۵: ۱۸، ۱۷	-58
لوقا، ۸: ۴۰	-59
الملائكة : ۱۱۱	-60
الملائكة ۵: ۱۱۵-۱۱۲	-61
یوحنا، ۱: ۲، ۱۳ تا ۱۴	-62
تفسیر حقانی ۱۲-۲۲/۳	-63
الملائكة ۵: ۱۱۲-۱۱۰	-64
تفسیر حقانی ۲۲/۳	-65
الیفسا	-66
التوبہ ۹: ۲۹	-67
التوبہ ۹: ۳۰	-68
التوبہ ۹: ۳۰، تفسیر حقانی ۲۰۳/۳	-69
التوبہ ۹: ۳۲-۳۵	-70
تفسیر حقانی ۲۰۳-۲۰۲/۳	-71
الحدید ۵: ۲۷	-72
تفسیر حقانی، ۷/۲۸	-73

- | | |
|---|------|
| ایضاً / ٢٩-٥٠ | - 74 |
| الصافات ٣٧: ١٠٠ | - 75 |
| الصافات ٣٧: ١٠١ | - 76 |
| الصافات ٣٧: ١٠٢ | - 77 |
| الصافات ٣٧: ١١٢ | - 78 |
| تفسیر حنفی، ١٣٨-١٣٧ / ٢ | - 79 |
| پیدائش ٣٨: ٣٨ تا ٣٩، تفسیر حنفی / ٢ | - 80 |
| پیدائش ٣٩: ١٦ | - 81 |
| پیدائش ٤٠: ١٢ | - 82 |
| پیدائش ٤١: ٢٥ | - 83 |
| پیدائش ٤٢: ٢٥، ٢٥ تا ٤٣، تفسیر حنفی / ٢ | - 84 |
| تفسیر حنفی، ١٣٨ / ٢ | - 85 |
| الحدید ٥٧: ٢٩ | - 86 |
| تفسیر حنفی، ٧ / ٥٠ | - 87 |
| المزمل ٣: ١٥ | - 88 |
| تفسير حنفی، ٢٥٢ / ٢ | - 89 |
| تفسير حنفی، ٢٥٣-٢٥٥ / ٧ | - 90 |
| المائدۃ: ٥ | - 91 |
| یوحنا ٢٥: ٣١ تا ٣٢ | - 92 |
| یوحنا ٢٥: ١٣ تا ٢٦ | - 93 |
| موجودہ بائیبل میں یہ حوالہ موجود نہیں ہے۔ | - 94 |
| المائدۃ: ٥ | - 95 |
| تفسیر حنفی ٢ / ٢٠ | - 96 |
| تفسیر حنفی ٣ / ٢٣-٢٤ | - 97 |